حبل اللہ سے مراد اخلاقِ محمدیؐ ہیں جو آبِ حیات ہیں۔
جھوٹ اور بددیانتی کو جڑ سے اکھیڑ دیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3/جون 1994ء بمقام بیت النور۔نن سپٹ ہالینڈ)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ تلاوت کیں۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا
نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ
فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ
مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ
لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝۱۰۴ (آل عمران:104)

پھر فرمایا:۔

آج کا یہ خطبہ جو میں ہالینڈ سے نن سپٹ کے مقام سے دے رہا ہوں، یہاں ایک خاص تقریب ہے یعنی مجلس خدام الاحمدیہ ہالینڈ کا نواں سالانہ اجتماع شروع ہو رہا ہے اور تین دن تک جاری رہے گا۔اسی طرح مجلس خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ صوبہ اڑیسہ ہندوستان کا بیسواں سالانہ اجتماع چار جون بروز ہفتہ سے شروع ہو رہا ہے اور دو دن تک جاری رہ کر پانچ جون کو اختتام پذیر ہو گا۔ان دونوں اجتماعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں جو نصیحتیں کروں گا وہ درحقیقت صرف خدام سے تعلق نہیں رکھتیں یا اطفال سے تعلق نہیں رکھتیں بلکہ تمام دنیا کے احمدی مردوں، عورتوں، بوڑھوں،

بچوں سب سے یکساں تعلق رکھتی ہیں اور یہ وہی مضمون ہے جو میں اس سے پہلے خطبات میں ایک سلسلے کے طور پر شروع کر چکا ہوں۔یعنی اللہ کی رسی کو مضبوطی سے جمیعت کے طور پر تھام لو یعنی ایک ایک کر کے ہی نہیں بلکہ اجتماعی طور پر تھام لو۔ یہ آیت جس کی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس مضمون پر روشنی ڈال رہی ہے۔اس کے ایک حصے پر پہلے میں گفتگو کر چکا ہوں،اب میں خصوصیت سے اس بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے رسی کو تھامنے کا نہیں فرمایا بلکہ جَمِيْعًا تھامنے کا فرمایا ہے۔اس سے بہت سے لوگوں کے ان وساوس کا جواب آجاتا ہے کہ ہم جب خود اپنے طور پر اچھے مسلمان ہیں،قرآن کریم پر مضبوطی سے ہاتھ ڈالا ہوا ہے اور تمام اوامر پر عمل کرتے ہیں،تمام نواہی سے رکتے ہیں،جس بات کا اللہ حکم دیتا ہے اسے ادا کرتے ہیں،جس سے رکنے کی ہدایت ہے ہم رک جاتے ہیں تو کیا ضرورت ہے کسی اور اجتماع کی؟ کیا ضرورت ہے کسی جماعت سے تعلق باندھنے کی؟ تو اس کا جواب قرآن کریم کی یہ آیت ایک لفظ میں دے رہی ہے۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا انفرادی طور پر اس کتاب پر ہاتھ ڈالنا کافی نہیں بلکہ جمیعت کے طور پر اس کتاب پر ہاتھ ڈالنا ہے،ایک جماعت کے طور پر،تا کہ خدا کی وحدانیت کا جلوہ اس دنیا میں بھی ظاہر ہو اور جیسا کہ وہ ایک ہے اسی طرح اس کے ماننے والے بھی تمام تر ایک ہو جائیں۔

یہ جو مضمون ہے اس کو میں نے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے حوالے سے بیان کرنا شروع کیا ہے۔قرآن کریم پر براہِ راست عمل تو تبھی ممکن ہے کہ اگر براہِ راست انسان قرآن کریم کے علوم پر اطلاع پا سکے قرآن کریم کے اوامر ونواہی سے جیسا کہ حق ہے،جیسا کہ اللہ چاہتا ہے،عمل کرنے یا رُک جانے کا تعلق ان کے سچے عرفان سے ہے ان کی سچی تفہیم سے ہے اور اگر سچی تفہیم نہ ہو تو انسان کچھ نہیں سمجھ سکتا کہ میں کس چیز سے رکوں اور کیسے رکوں۔کس پر عمل کروں اور کیسے عمل کروں۔ **پھر اس کے علاوہ قرآن کی ایک روح ہے اور وہ براہِ راست ہر شخص کو عطا نہیں ہو سکتی وہ روح حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی روح میں مدغم ہے اور یہاں ایک ہی چیز کے دو نام بن جاتے ہیں۔** خواہ اس کا نام قرآن رکھیں یا محمدؐ رکھیں، درحقیقت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب پوچھا گیا کہ آنحضرت ﷺ کی سیرت بیان

فرمائیں تو آپؐ نے اس چھوٹے سے فقرے میں آپؐ کی تمام سیرت بیان فرما دی اور اس کی حقیقی روح کی طرف توجہ دلائی فرمایا کان خلقه القرآن۔ (مسلم کتاب الصلوٰۃ)

کان خلقه القرآن فرمایا، کان خلقه فی القرآن نہیں۔ اگر یہ فرماتیں کہ ''ان خلقه فی القرآن تو اس کا یہ مطلب تھا کہ قرآن میں تلاش کرو وہاں آپؐ کا خلق ملتا ہے۔'' کان خلقه القرآن '' آپؐ تو مجسم قرآن تھے۔ آپؐ کا تمام خلق قرآن ہے۔ گویا تمام قرآن آپؐ خود ہیں ان معنوں میں نبی کی ضرورت ہمیشہ باقی رہتی ہے اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نبی سے الگ ہٹ کر قرآن پر کسی طرح بھی مضبوطی سے ہاتھ ڈالا جاسکتا ہے۔

نبی سے تعلق بعض دفعہ فرضی عشق سے بھی کیا جاتا ہے۔ نبی کے نام پر قربانیاں پیش کر کے، نبی کے نام پر بعض دفعہ اپنی جان قربان کر کے، بعض دفعہ ظالمانہ طور پر لوگوں کی جانیں لے کر، لوگ سمجھتے ہیں ہمارا تعلق حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ سے قائم ہو گیا اور سوائے ان غیرت کے چند لمحات کے جہاں فطرتیں جوش دکھاتی ہیں روزمرہ کی عام زندگی میں وہ تعلق قائم نہیں رہتا۔ پس تعلق قائم کرنے کے لئے کچھ رستے ہیں، کچھ رابطے ہیں۔ ان رابطوں کے ذریعہ تعلق قائم ہوتے ہیں اور باندھے جاتے ہیں۔ جب تک وہ رابطے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے ساتھ قائم نہ ہوں قرآن سے تعلق قائم نہیں ہوسکتا۔ نہ قرآن کا سچا فہم ہوسکتا ہے، نہ قرآن سے سچی محبت ہوسکتی ہے کیونکہ قرآن سے محبت کے لئے خلق محمد مصطفیؐ ہے جو عشق کے شعلے آپ کے دل میں جگاتا ہے اور سارے دل کو نور بنا دیتا ہے۔ اس عشق کے بغیر قرآن کریم کی باتیں کرنا اہل قرآن کے خشک سینوں کی باتیں ہیں ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ **محمد مصطفی ﷺ کو قرآن سے الگ کر کے نہ محمدؐ سے محبت ہو سکتی ہے نہ قرآن سے محبت ہوسکتی ہے۔ یہ دونوں ایک چیز ہیں اور ایک دوسرے سے کسی پہلو سے کسی وقت کسی جگہ جدا نہیں ہوسکتے۔**

پس عامۃ الناس کے لئے سب سے بہتر اور آسان طریق یہ ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ سے محبت نہیں بلکہ آپؐ کے ہر خلق سے جب محبت ہو تو اسے انسان اپناتا ہے اور اپنا سکتا ہے ورنہ اگر یہ کہا جائے کہ محمد رسول اللہ ﷺ جیسے بننے کی کوشش کرو تو کیسے آپ کر سکتے ہیں۔ مگر جب خلق اپنا لیتے ہیں تو از خود ایک تعلق قائم ہو جاتا ہے اور اس طرح ایک رابطہ نہیں مسلسل رابطے بڑھتے چلے

جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اگر ایک انسان کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کی عادات کو اپنانے کی کوشش کرتا ہے۔اس کے حسن کو اپنی ذات میں داخل کرنے کی اور رائج کرنے کی کوشش کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم خلق آدمی ایک دوسرے سے قریب ہو جاتے ہیں۔ جو جھوٹے ہیں وہ جھوٹوں کے قریب ہو جاتے ہیں۔ جو سچے ہیں وہ سچوں کے قریب ہو جاتے ہیں۔ جو بنی نوع انسان سے پیار کرنے والے ہیں وہ از خود بنی نوع انسان سے پیار کرنے والوں کے ساتھ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ جو بعض دوسری خوبیاں رکھتے ہیں اگر آرٹسٹ ہیں تو آرٹسٹ کے ساتھ اکٹھا ہو جائے گا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ پرندے بھی اپنے ہم جنس پرندوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ایک ہونا اور جمع ہونا کوئی فرضی کہانی نہیں ہے۔آپ وہ خلق اختیار کریں تو آپ محمد رسولؐ اللہ کے قریب ہوں گے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جواباً آپ سے محبت کرنے لگیں گے۔ یہ محبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر منعکس ہوگی کیونکہ روحوں کی محبتیں خدا کے تعلق سے پھر دنیا میں جلوے دکھاتی ہیں اور اس طرح آپ کے تعلق آنحضور ﷺ سے بڑھتے چلے جائیں گے۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ کی یہ حقیقت ہے۔اس حقیقت کو بھلا کر آپ کو کچھ پتا نہیں چلے گا کہ کیسے اس رسی پر مضبوطی سے ہاتھ ڈالا جا سکتا ہے ورنہ کہنے والے تو بہت کہتے ہیں کہ صرف قرآن کو پکڑ لو کسی جمیعت کی ضرورت نہیں ہے۔

اب جب میں جرمنی کا دورہ کر رہا تھا تو بعض سکھائے پڑھائے امام، ان بوسنیز کو جو احمدیت سے بہت محبت کرنے لگے ہیں اور قریب آ رہے ہیں، ان کو اس آیت کے حوالے سے متفرق ہونے کی تعلیم دے رہے تھے۔کیسی جاہلانہ بات ہے قرآن تو اس ہدایت کے ذریعے منتشر اور متفرق لوگوں کو اکٹھا ایک ہاتھ پر جمع کرتا ہے اور جو دل میں کجی رکھتا ہے وہ اسی آیت کے حوالے سے ان کو پھر دوبارہ منتشر اور متفرق ہو جانے کی ہدایت دے رہا ہوتا ہے۔ چنانچہ موقع پر اس کا جب مؤثر جواب دیا گیا تو ان سب کے جنہوں نے جواب کو سنا چہرے کھلکھلا اٹھے اور ایک بھی ایسا نہیں تھا جو پہلے سوال سے متأثر ہو کر جماعت سے دور ہو گیا ہو کیونکہ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا میں جمیعت کی طرف اشارہ ہے، جو ایک مرکزیت چاہتی ہے۔جمیعت فرداً فرداً قرآن کریم کو پکڑ لینے کا نام نہیں ہے اور یہ تو جمیعت کو بکھیرنے والی اور منتشر کرنے والی باتیں ہیں۔قرآن اگر ایک ہاتھ پر

اکٹھا کرتا ہے اور وہ محمدؐ رسول اللہ کا ہاتھ ہے اور اس ہاتھ پر اکٹھا کرتا ہے۔ جس کا محمدؐ رسول اللہ سے تعلق ہے اور واسطہ ہے اور اٹوٹ تعلق ہے، جو ٹوٹ نہیں سکتا، تو یہ وہ جمعیت ہے، جس کی طرف قرآن کریم کی یہ آیت بلا رہی ہے۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا اللہ کی رسی کو مضبوطی سے مگر جمعیت کے ساتھ تھام لو۔

میں اس مضمون کو بیان کر رہا ہوں کہ یہ بات تو سن لی مگر کیسے ہوگا، کس طرح یہ رسی تھامی جائے گی اس کی تفصیل بیان کر رہا ہوں کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ سے رابطے بڑھائیں ایک رابطہ کافی نہیں ہے۔ ایک رابطہ ایمان سے پیدا ہوتا ہے اور اس ایمان کے رابطے کے بعد پھر نئے رابطوں کے تقاضے شروع ہو جاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ سب سچ بولنے والوں سے زیادہ سچے تھے اگر آپ اس سچے وجود سے محبت رکھتے ہیں لیکن سچ سے نفرت کرتے ہیں تو آپ جھوٹے ہیں۔ ناممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ جھوٹوں کے گروہ میں رہ کر سکینت پائیں اور اطمینان حاصل کریں۔ ایسے لوگوں کو خدا توفیق نہیں دیتا کہ آنحضور ﷺ کی معیت میں ہوں یا معیت میں شمار ہوں۔ پس معیت کا جہاں تک تعلق ہے وہ زمانے سے بلند تر ہے اس کا کسی زمانہ سے تعلق نہیں ہے۔ ہر زمانے میں لوگ آنحضرت ﷺ کی معیت حاصل کر سکتے ہیں اگر آنحضور ﷺ کے اخلاق کو اپنائیں۔ اور اگر دیکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ چھوٹوں پر شفقت فرمانے والے بڑوں کا بلکہ چھوٹوں کا بھی ادب کرنے والے ہر معاملے میں ایثار دکھانے والے تھے اور بے انتہا منکسر المزاج تھے یہ تمام صفات جاننے کے باوجود کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی شخصیت کی زینت تھی پھر کوئی ان صفات سے دور رہتا ہے تو اس کو وہم ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے قریب رہتا ہے محض محمدؐ رسول اللہ کا نعرہ لگا دینا آنحضورؐ کے قریب نہیں کر سکتا، محض اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرنا اللہ کے قریب نہیں کر سکتا۔ صفات الٰہی جب بندوں میں جلوہ گر ہوتی ہیں، تو پھر وہ اپنے خدا کے قریب ہوتے ہیں اور سب سے زیادہ صفات الٰہی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ میں جلوہ گر ہوئیں۔ پس ان صفات سے پیار کریں، فرضی عشق نہیں کہ ہاں یہ اچھی صفات ہیں بلکہ اس حد تک پیار کریں کہ آپ ان کو اپنائے بغیر چین نہ پائیں۔ اس طرح آپ کے تعلق حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ سے بڑھنے لگیں گے اور جو رسول اکرم ﷺ کی صفات اپنا کر آپ سے تعلق جوڑتا ہے وہ اپنے بھائی سے الگ ہو ہی نہیں سکتا

وہ سارے لوگ جو آنحضورﷺ کے قریب ہو رہے ہیں صفات کے رستوں سے، ان کے اندر بھی وہ صفات جلوے دکھانے لگتی ہیں اور وہ آنحضورﷺ کے قریب ہی نہیں ہو رہے ہوتے بلکہ ایک دوسرے کے بھی قریب ہو رہے ہوتے ہیں اور یہی وہ اخوت ہے جس کی طرف قرآن کریم بار بار آپ کو بلا رہا ہے۔ وہ اخوت حضورﷺ کے تعلق کے بغیر آپ کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ اس لئے قرآن کریم نے دنیا میں سب سے زیادہ محبت کی تلقین حضرت محمدﷺ سے فرمائی ہے اور احادیث میں خود حضورﷺ نے بھی اور اس کے تعلق میں معاً بعد یہ مضمون چلتا ہے کہ آپس میں بھی ایک دوسرے سے محبت کرو۔ یہ دو تین باتیں الگ الگ نہیں ہیں ایک مرکزی مضمون کی شاخیں ہیں، جوں جوں اس مضمون میں آپ آگے بڑھتے ہیں اور رستے دکھائی دیتے ہیں اور خوب صورت نظارے آپ کو نظر آئیں گے۔ مگر جس طرح ایک درخت جس کی جڑیں مضبوطی سے زمین میں ہوں اس کی شاخیں الگ الگ پھیل کر اپنی بہار دکھا رہی ہوں الگ دکھائی دینے کے باوجود وہ ایک ہی درخت کی شاخیں ہوتی ہیں اور درخت کے وجود سے ان کو الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح امت محمدیہ بنتی ہے اور اس طرح امت محمدیہ پھیلنا شروع ہوتی ہے۔ پھر وہ پھولتی ہے اور تمام ایک ہی وجود کی شاخیں ہیں۔

اسی مضمون کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کے حوالے سے یوں بیان فرمایا کہ ''اے میرے درختِ وجود کی سرسبز شاخو!'' کہ میں وہ درخت ہوں جس نے عشق محمد مصطفیٰؐ سے سیراب ہونے کے بعد دوبارہ دنیا میں ایک نئی رونق پائی ہے۔ ایک نئی بہار دیکھی ہے اور اے افرادِ جماعت جو مجھ سے تعلق رکھتے ہو تم میرے درختِ وجود کی سرسبز شاخیں ہو۔ پس شاخوں کا آپس کا تعلق براہِ راست ممکن ہی نہیں جب تک درخت کے ساتھ تعلق نہ ہو اور یہ درختِ انبیاء ہوا کرتے ہیں جو اپنے ماننے والوں کو ایک جگہ اکٹھا کرتے اور ایک دوسرے سے جوڑتے ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰﷺ نے جس امام کی بعثت کی خبر دی تھی اس امام کے آنے کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ منتشر بکھرے ہوئے لوگوں کو پھر آنحضرتﷺ کے وجود کے ساتھ ملحق کرے، منسلک کرے اور ایک بنا دے یہاں تک کہ وہ جمعیت جو دنیا سے جاتی رہی وہ پھر دوبارہ اسلام کو نصیب ہو۔ یہ مضمون میں نے عمداً تعلقِ اخلاقِ حسنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے ورنہ اگر اس کے بغیر بیان کرتا تو آپ لوگوں

میں سے بہت سے ذہنی تعیش کا ذریعہ بنا کر اس مضمون سے مزا اٹھاتے اور بھول جاتے۔ میں سمجھانا چاہتا ہوں کہ یہ مضمون اخلاق سے تعلق رکھتا ہے اور اخلاق کے بغیر نہ آنحضرت ﷺ سے تعلق ہوسکتا ہے نہ آپس کا تعلق ہوسکتا ہے اور اس کی ضرورت آج پہلے سے سب سے زیادہ بڑھ کر ہے کیونکہ جماعت احمدیہ خدا کے فضل سے اب اس تیزی سے ترقی کر رہی ہے کہ دشمن بالکل ہکا بکا ہو گیا ہے۔ شرارت کے منصوبے بنا رہا ہے حسد کی آگ میں جل رہا ہے لیکن اس کی کچھ پیش نہیں جاتی ،حکومتوں کی سطح پر مشورے ہو رہے ہیں اور ہمیں اللہ کے فضل سے ان کی اطلاعیں ملتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پیچ وتاب کھاتے ہوئے چاہتے ہیں کہ جس طرح بھی چاہیں جہاں جہاں چاہیں جماعت کو ڈسیں اور ایک کشش ان کی وہی ہے جو میں نے بیان کی کہ جماعت میں افتراق پیدا کرنے کے لئے قرآن کریم کی آیات سے غلط نتائج نکال کر ان کو دھوکہ دینے کی کوشش کی جاتی ہے حالانکہ قرآن کریم کی کوئی ایک آیت بھی اگر مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کے لئے استعمال کی جائے تو وہ ہرگز قرآن کا مفہوم نہیں ہے جو آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے وہ شیطان کی باتیں ہیں کیونکہ قرآن تو اکٹھا کرنے کے لئے آیا ہے نہ کہ منتشر کرنے کے لئے۔ پس ہر وہ حوالہ جو قرآن کا حوالہ ہو اور آپ کے اندر آپس میں تفریق پیدا کرتا ہو۔ آپ کی جمیعت کو منتشر کرنے والا ہو اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے انگریزی میں کہا جاتا ہے کہ Devil quotes the Scriptures بعض دفعہ شیطان الٰہی کتب کے اور صحیفوں کے حوالے دیتا ہے اور اس کے حوالے دینے اور ایک نیک انسان کے حوالے دینے میں فرق یہ ہے کہ شیطان شیطانی نتائج نکالتا ہے اور نیک انسان نیک نتائج نکالتا ہے اور درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ پس قرآن کریم کی ہر وہ تشریح جو آپ کے دلوں میں محمد رسول اللہ کی محبت پیدا کرے قرآن کو محمد رسول ؐ اللہ سے الگ نہ کرے بلکہ ایک ہی دکھائے اور پھر آپ پر واجب کرے کہ آپ محمد رسول ؐ اللہ کو مضبوطی سے تھام لیں یہی حقیقت میں حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامنے کے معنی ہیں اور پھر آپ کو سمجھائے کہ قرآن کی تعلیم کے مطابق اگر خدا ایک ہے تو اس کے ماننے والے اس دنیا میں بھی ایک ہو جانے چاہئیں۔ یہ معانی الٰہی معانی ہیں یہی ہیں جو قرآن کا مقصود ہیں۔ ان کا شیطان سے کوئی تعلق نہیں۔

لیکن یہ کام بڑی محنت کا کام ہے محض بات سن کر سر ہلا دینے سے یہ مسئلہ طے نہیں ہوگا

ضروری ہے کہ ایک ایک خُلقِ محمدیؐ پر غور کریں، ایک ایک نصیحت پر غور کریں اور دیکھیں کہ کس حد تک آپ پر چسپاں ہو رہی ہے جہاں جہاں چسپاں ہو رہی ہے وہاں آپ کا حضور اکرم ﷺ سے ایک تعلق قائم ہو گیا ہے جہاں جہاں نہیں ہو رہی وہ خلا ہیں۔ جتنی زیادہ مضبوطی کسی تعلق کے لئے درکار ہو اتنے روابط بڑھائے جاتے ہیں اگر کہیں سے وہ روابط اکھڑنا شروع ہو جائیں تو بعض دفعہ قائم تعلقات کو بھی وہ خلا توڑ دیا کرتے ہیں اور وہاں سے بھی تعلقات اکھڑنا شروع ہو جاتے ہیں۔

آنکھ کے Retina کی مثال ہے۔ آنکھ کا وہ پردہ جس پر تصویر منعکس ہوتی ہے وہ تمام تر آنکھ کے ڈیلے سے جڑا ہوا ہے۔ جہاں وہ تصویر منعکس ہوتی ہے وہ ایک جوڑ ہے جہاں ایک طرف ڈیلے کا آخری کنارہ ہے دوسری طرف وہ پردہ ہے جس کے ساتھ دماغ کا تعلق ہے۔

پس وہ پردہ کبھی کبھی ڈیلے کو بعض بیماریوں کے نتیجے میں کہیں کہیں سے چھوڑنا شروع کر دیتا ہے۔ خصوصیت سے وہ لوگ جو لوہارے کا کام کرتے ہیں اور بہت تیز بجلی کی شعاعوں سے جن سے لوہا پگھلایا جاتا ہے ان کی طرف ننگی آنکھ سے دیکھتے ہیں ان کی آنکھوں میں وہ جگہ جگہ ایسے خلا پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں کہ وہ پردہ کہیں سے اکھڑ جائے اور وہ لوگ جو سورج کو براہ راست دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں ان کے ساتھ بھی یہی واقعہ ہوتا ہے کہ سورج کی روشنی کو آنکھ برداشت نہیں کر سکتی یعنی اگر تیزی سے سامنے آنکھ اٹھا کر دیکھا جائے تو برداشت نہیں کر سکتی اور اس کے نتیجے میں کہیں کہیں وہ سیمنٹ اکھڑ جاتا ہے جو پردے کو ڈیلے کے ساتھ جوڑتا ہے اور جہاں جہاں سے وہ اکھڑتا ہے پھر وہاں سے اکھڑنا شروع ہو جاتا ہے اور ایسے لوگ بالآخر اندھے ہو جاتے ہیں۔ تو اگر آپ نے ان حصوں کی نگرانی نہ کی جن حصوں میں آنحضرت ﷺ کے اخلاق موجود نہیں ہیں وہاں سے آپ کا تعلق اکھڑا ہوا ہے اور آپ محفوظ نہیں ہیں۔

دو ہی قسم کے سفر ہیں یا تو تعلق بڑھاتے چلے جانے کا سفر ہے یا پھر تعلقات کم کرتے چلے جانے کا سفر ہے بیچ کی کوئی چیز نہیں۔ پس اگر آپ نے توجہ کے ساتھ اپنے اخلاق کی نگرانی نہ کی تو آنحضرت ﷺ سے آپ کے وہ رابطے جو آپ سمجھتے ہیں کہ موجود ہیں وہ بھی قائم نہیں رہیں گے۔

رفتہ رفتہ آپ اور دور ہٹتے چلے جائیں گے۔ پس یہ یقینی بنادیں کہ آپ کا ہر قدم آنحضو ﷺ کی طرف اٹھ رہا ہو۔ اگر کمزور ہیں تو آہستہ قدم اٹھے گا۔ اگر لاچار ہیں اور کھڑے ہو کر نہیں چل سکتے تو گھسٹتے ہوئے چل سکتے ہیں اگر گزوں اور فٹوں میں نہیں جاسکتے تو انچ انچ کچھ نہ کچھ تو سرکتے ہوئے آگے جاسکتے ہیں مگر اگر آپ آگے بڑھ رہے ہیں تو پھر آپ کو کوئی خطرہ نہیں۔ پھر آپ کی کمزوریاں آپ کی راہ میں حائل نہیں ہونے دی جائیں گی کیونکہ خود آنحضرت ﷺ نے اس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص جو بہت ہی زیادہ گنہگار تھا اور بہت سے قتل کر چکا تھا وہ بزرگوں کے پاس جانے لگا اور ان سے پوچھنے لگا کہ میرے گناہ کا کوئی علاج ہے اور میرے اتنے گناہ ہیں تو بزرگ یہ سمجھ کر کہ اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے اسے جواب دے دیتا کہ نہیں تمہارا کوئی علاج نہیں۔ وہ کہتا تھا اچھا پھر اگر میرا علاج ہی کوئی نہیں تو ایک گناہ اور سہی وہ اسے بھی قتل کر دیا کرتا تھا۔ اسی طرح وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ کسی ایک عارف باللہ کے پاس وہ پہنچا اس نے کہا خدا ہر گناہ بخش سکتا ہے اگر تمہارے اندر پاک تبدیلی پیدا ہو اور تم گناہوں کے شہر سے ہجرت کر کے نیکیوں کے شہر کی طرف چلنا شروع کرو آنحضو ﷺ اسے ایک بہت ہی پیاری تمثیل سے بیان فرماتے ہیں۔ کہتے ہیں اس شخص نے گناہوں کے شہر سے (ایک تمثیل ہے مراد یہ نہیں کہ کوئی گناہوں کا شہر تھا کوئی نیکیوں کا شہر تھا) مراد ہے ایک طرف ہجرت شروع کی یعنی بدیاں چھوڑنی شروع کر دیں اور نیکیوں کے شہر کی طرف بڑھنا شروع ہوا یعنی نیکیاں اختیار کرنی شروع کر دیں۔ وہ کوشش کرتا رہا یہاں تک کہ اس کی موت آ پہنچی اور وہ خدا کے حضور حاضر ہوا۔ فرشتوں سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دیکھو یہ بندہ بدیوں کے شہر سے نیکیوں کے شہر کی طرف ہجرت کر رہا تھا اس لئے اس کی بخشش کا سامان ہونا چاہئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ یہ تو تھوڑا سا سفر ہی طے کر سکا تھا۔ اللہ نے فرمایا پیمائش کرو بدیوں کے شہر سے اس مقام تک جہاں اس نے جان دی ہے اور پھر نیکیوں کے شہر سے اس مقام کی جہاں اس نے جان دی ہے۔ یہ اللہ کے انداز ہیں مغفرت کے اور آنحضرت ﷺ ہمیں ایک بہت گہری حکمت سمجھا رہے ہیں ورنہ یہ مراد نہیں کہ فیتوں کے ساتھ کوئی پیمائش کی جاتی ہے مگر تمثیل ہے بہت پیاری کہ جب خدا نے ان سے کہا کہ بدیوں کے شہر سے اس شخص کی وہاں تک پیمائش کرو جہاں اس نے جان دی تو جب وہ پیمائش کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ اس زمین کو بڑھاتا چلا جاتا تھا یہاں تک کہ اس کا بہت فاصلہ بڑھ گیا اور جب نیکیوں

کے شہر کی طرف سے فرشتوں نے پیمائش شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو سکیڑنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ بہت قریب دکھائی دینے لگی۔ تب اللہ نے فرمایا کہ دیکھو نیکیوں کا شہر اس کے قریب تر تھا۔(مسلم کتاب التوبہ حدیث نمبر:4968) مراد یہ ہے کہ اگر آپ اپنی زندگی میں بالا رادہ بدیوں سے نیکیوں کی طرف حرکت شروع کر دیں۔ آنحضرت ﷺ کے عدم سے آپؐ کے وجود کی طرف جانا شروع کر دیں تو پھر اگر تھوڑا سا سفر طے کر کے ہی آپ کی موت آ جائے تو اللہ تعالیٰ آپ کے سفر کو برکت بخشا ہے اور یہ مغفرت کا سلوک فرماتا ہے کہ اگر آپ زندہ رہتے تو آپ نے ضرور پہنچنا تھا۔ اسی کو فضلِ الٰہی کہا جاتا ہے۔ پس بخشش اصل میں فضل سے ہوتی ہے اور فضل میں یہ مضمون بہت ہی اہمیت اختیار کر جاتا ہے کہ فضل کی کوئی وجہ ہوتی ہے خدا کے نزدیک بخشش میں بھی کچھ انصاف ہیں اور کوئی بھی خدا کا فعل خواہ وہ بے انتہا احسان کا ہو انصاف سے عاری نہیں ہوا کرتا تو انصاف کے تقاضوں میں خدا نے یہ بات داخل فرمالی ہے کہ اگر میرا بندہ نیک نیت سے نیکی کی طرف حرکت کر رہا ہے تو چونکہ اس کی زندگی میرے قبضہ میں ہے اس لئے مجھ پر ایک فرض ہے کہ اس کی نیکی کی قدر کروں اور یہ خیال کروں کہ اگر وہ زندہ رہتا اور اسی طرح آگے بڑھتا رہتا تو نیکیوں کو پالیتا۔

پس یہ وہ مضمون ہے جو اس حدیث میں ہمیں سکھایا گیا ہے اس کو پیش نظر رکھ کر آپ اپنے اخلاق کو سنوارنے کی کوشش کریں اور آنحضرت ﷺ کی طرف ہجرت شروع کر دیں اور جوں جوں آپ آنحضورؐ کے قریب ہوں گے اسی طرح اسی قدر آپ آپس میں بھی ایک دوسرے کے قریب ہوتے چلے جائیں گے کیونکہ آنحضورؐ سب سے زیادہ اپنی امت سے محبت کرنے والے تھے بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (التوبہ:128) سب سے پیار کرنے والے، رحمۃ للعالمین تھے۔ تمام جہانوں کے لئے رحمت۔ لیکن جہاں مومنوں کا ذکر ہے وہاں تو خدا فرماتا ہے رؤوف رحیم خدا کی صفات بیان کر دیں وہ تو گویا خدا کی طرح رأفت فرمانے والے اور بے حد رحم کرنے والے اور بار بار رحم کرنے والے تھے۔ جو محمد رسول اللہ کے قریب ہوگا وہ لازماً امت کے قریب ہوگا۔ پس اخلاق وہ سیمنٹ ہیں جن سے ایک طرف سے آپ آنحضور ﷺ سے جوڑے جاتے ہیں اور دوسری طرف حضور نبی اکرم ﷺ کے غلام اور

عشاق آپس میں ایک دوسرے کے قریب ہوتے اور ایک دوسرے سے اٹوٹ رشتوں میں باندھے جاتے ہیں۔

پس وہ نصائح جو آنحضور ﷺ نے اخلاق سے متعلق فرمائیں ان کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھیں اور ایک ایک نصیحت کو تعلق کی رسی سمجھیں اسے آپ قبول کریں گے تو آپ کو محمد رسول اللہ ﷺ سے تعلق کا ایک اور رابطہ نصیب ہو جائے گا اگر بے پروائی سے دیکھیں گے تو اس حد تک آپ آنحضورؐ سے کاٹے جائیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ اس طرح قدم قدم لحظہ لحظہ آنحضور ﷺ کے قریب ہوتے چلے جائیں۔ پھر ہم لازماً ایک دوسرے کے قریب ہوں گے، پھر لازماً وہ جمعیت نمودار ہوگی جو تمام کائنات کو امت واحدہ بنانے کی طاقت رکھتی ہے۔ پھر آپ پھیلیں گے، پھر آپ کو یہ خطرہ نہیں ہوگا کہ اب بوسنین آ گئے، اب بنگالی آ گئے، اب البانین آ گئے، اب افریقن آ گئے۔ ہم کس طرح ان کو جوڑیں گے۔ یہ نسخہ جو میں نے آپ کو بتایا ہے آپ اختیار کریں تو آپ باہم ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح خود بخود جوڑے جائیں گے کہ آپ حیران رہ جائیں گے اور وہی اخلاق ہیں جو آپ کو ایک دوسرے سے باندھیں گے ورنہ اخلاق کے بغیر تو سیمنٹ کوئی ہے ہی نہیں، اخلاق سے ہی قومیں جوڑی جاتی ہیں۔ آخری بات یہ ہے کہ اخلاق نہ ہوں تو قومیں نہیں جڑتیں بلکہ ہر خلق کی بجائے ایک بدخلقی جنم لے لیتی ہے اور ہر بدخلقی ایک دوسرے سے الگ کرنے کا کام دکھاتی ہے۔ پس اخلاق کو غیر معمولی اہمیت دیں مگر ان اخلاق کو حضور اکرم ﷺ کے حوالے سے حاصل کریں تا کہ آپ کا دین مکمل ہو۔ آپ آنحضورؐ کے ساتھ محبت کا رابطہ بڑھائیں اور اس سے ازخود آپ کے تعلقات اپنے بھائیوں سے بڑھیں گے لیکن اس میں ایک مزید فائدہ یہ ہے کہ اگر آنحضور ﷺ کے حوالے سے اخلاق سیکھے جائیں تو وہ اللہ کے حضور بہت ہی مقبول ہوتے ہیں اور اللہ اور اس کے فرشتے ایسے لوگوں پر درود بھیجتے ہیں اور ان پر ہمیشہ آسمان سے رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ پس وہ سودے جو اخلاق کے سودے ہیں ان میں بھی زیادہ قیمت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

بعض لوگ اپنے مزاج کی کمزوری کی وجہ سے بعض حصوں میں بااخلاق ہوتے ہیں اور بعض حصوں میں اپنے اخلاق کی کمزوری کی وجہ سے بداخلاق ہوتے ہیں نہ ان کی بداخلاقی کی وہ اہمیت، نہ ان کے اخلاق کی وہ اہمیت۔ یہ بیماریاں ہیں، یہ نفسیاتی کمزوریاں ہیں۔ بعض لوگ بدلہ نہیں لیتے کہ

جی معاف کرتا ہوں حالانکہ بیچ میں سے ڈرپوک ہوتے ہیں۔ بنی اسرائیل کا بھی یہی حال تھا سخت ڈرتے تھے فرعون سے اور فرعون والوں سے اور معاف کر دیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت موسیٰؑ نے جوان کو تعلیم دی اس میں بدلے کو اتنی اہمیت دی کہ مجبور کر دیا کہ ضرور بدلہ لیں تا کہ ان کی اندرونی کمزوری دور ہو۔ جب وہ سخت دل ہو گئے اور معافی کا نام بھول گئے تب مسیحؑ تشریف لائے اور ان کو نصیحت کی کہ تم نے بدلہ لینا ہی نہیں کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا بھی آگے کر دو۔ یہ مختلف زمانوں کی بیماریوں کے علاج ہیں لیکن نفسیاتی کمزوریاں ہیں جو بعض دفعہ قومی بدکرداریاں بن جاتی ہیں ان کے علاج میں بھی بعض دفعہ جب زیادہ بے احتیاطی ہو جائے لمبا عرصہ تک وہ علاج کیا جائے تو مصیبت ہی آ جاتی ہے مگر جو حوالہ میں دے رہا ہوں یعنی حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کا حوالہ۔ آپؐ سے آپؐ اخلاق سیکھیں گے تو نہ کبھی افراط کی طرف جا سکتے ہیں نہ کبھی تفریط کی طرف جا سکتے ہیں کیونکہ آپؐ کا نور ایسا نور تھا جو وسطی نور تھا نہ وہ شرق کا تھا نہ غرب کا تھا۔ آپ آنحضور ﷺ کے وجود میں کوئی کجی نہیں دیکھتے۔ کوئی کسی طرف ناجائز میلان نہیں پاتے آپؐ کو امت وسطی عطا فرمائی گئی صراط مستقیم بخشی گئی۔ پس وہ اخلاق جن کو آپؐ آنحضرت ﷺ کے حوالے سے تعمیر کریں گے ان میں عفو بھی ہوگا، ان میں انتقام بھی ہوگا۔ عفو بھی برمحل اور انتقام بھی برمحل ہوگا اور نہ انتقام بدخلقی ہوگی اور نہ عفو بدخلقی بن سکے گا کیونکہ امرِ واقعہ یہ ہے کہ اگر عفو حد سے بڑھ گیا ہے اور اس کے نتیجے میں نقصان ہو رہا ہے تو بظاہر وہ نیکی ہے مگر دراصل بدخلقی ہے۔ اگر انتقام لینا لازم ہو رہا ہے اور آپ نہیں لے رہے تو نیکی نہیں یہ بدی بن جاتی ہے۔ پس تمام اخلاق کی تعریف اس کے سوا ممکن نہیں کہ اشرف المخلوقات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے خلق سیکھیں جو متوازن تھے اور تمام اخلاق میں بیچ کی راہ آپؐ نے اختیار فرمائی۔ آپؐ کی غلامی کے نتیجے میں کوئی خطرہ نہیں ہے کہ کبھی آپ ایک طرف مائل ہو جائیں گے کبھی دوسری طرف مائل ہو جائیں گے پھر جو آپ کے تعلق آپس میں استوار ہوں گے پھر وہی تعلقات دوسری قوموں کو آپ کے ساتھ جوڑنے کے لئے اور آپ کے اندر ایک لازوال تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ بن جائیں گے۔

اس مضمون میں جو احادیث میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں ان میں ایک حضرت ابو ہریرہؓ سے

مروی ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے یعنی اپنا آپ اس میں دیکھتا ہے اور ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے اپنے بھائی کا مال و متاع ضائع کرنے سے بچو اور اس کی غیر حاضری میں اس کے مال کی دیکھ بھال کرو۔(ابوداؤد کتاب الادب باب فی النصیحة حدیث:4272)

اب اس میں دو تین باتیں اکٹھی اوپر تلے بیان فرمائی گئی ہیں ایک یہ کہ مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے آئینہ کے متعلق میں بڑی تفصیل سے پہلے روشنی ڈال چکا ہوں کہ آئینہ برائیاں بھی دکھاتا ہے اور خوبیاں بھی دکھاتا ہے۔اچھا آئینہ وہ ہے جو برائیاں دکھاتے وقت بھی جھوٹ نہ بولے اور غصے والا آئینہ نہ ہو کہ برائیوں کو بڑھا کے دکھائے۔بعض آئینے لاشعوری ہونے کے باوجود غصے والے ہوتے ہیں ان کے اندر ایسی خرابی ہوتی ہے کہ ناک بھی موٹا دکھائی دے گا، آنکھ پھیلی ہوئی اور سارے اعضاء بگڑے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔تو مومن جو مومن کا آئینہ ہے اس سے مراد ہے شفاف آئینہ۔جس چیز کو جیسے دیکھتا ہے ویسے بیان کرتا ہے۔جن کو کسی سے نفرت ہو وہ بدیاں بیان کرتے رہتے ہیں نیکیوں کی طرف خیال ہی نہیں کرتے جن کو کسی سے محبت ہو نیکیاں ہی بیان کرتے رہتے ہیں اور بدیوں کی طرف دھیان ہی نہیں دیتے آئینہ جو صاف شفاف ہو سچا ہوتا ہے جہاں بدیاں بیان کرتا ہے وہاں خوبیاں بھی دکھاتا ہے تبھی آپ کو آئینوں سے نفرت نہیں ہوتی بلکہ آئینہ جھوٹا ہو تو اس کو پسند نہیں کرتے۔آئینہ سچا ہو تو آپ کے ہر سقم کو دکھاتا ہے تا کہ آپ اسے دور کر سکیں اور اونچی آواز سے نہیں دکھاتا بلکہ راز رکھتے ہوئے دکھاتا ہے یہاں تک کہ وہی آئینہ جب کوئی دوسرا اٹھا کر دیکھتا ہے اسے اپنی تصویر دکھائی دیتی ہے، اپنے اس بھائی کی نہیں دکھائی دیتی جو پہلے اس آئینے سے فائدہ اٹھا چکا ہے۔کتنا وسیع مضمون ہے، کتنا گہرا اور لطیف مضمون ہے۔اگر اس پر بھی آپ غور کرنا شروع کریں تو گھنٹوں غور کریں آپ کو نئے سے نئے لطیف مطالب ہاتھ آتے چلے جائیں گے خلاصۃً آپ کو میں پھر یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اپنے بھائیوں کو آئینے کی طرح دیکھیں اس طرح کہ جب آپ ان کو کسی کمزوری کی طرف متوجہ کریں تو مخفی طور پر اس رنگ میں کریں کہ وہ غصہ نہ کھائے بلکہ آپ کا ممنون احسان ہو اور پھر اس کو بھول جائیں کہ جب کوئی اور مومن آپ کے سامنے آئے تو اس کی کمزوریاں آپ کو یاد ہی نہ ہوں کہ کوئی ایسی بھی کمزوریاں تھیں، آگے بات نہ چلے۔پھر آپ ان کی خوبیوں کی بھی تعریف کیا کریں۔وہ شخص جو صرف کمزوریاں بتاتا ہے وہ لازماً تکلیف پہنچاتا ہے اور

ایسا شخص کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ جو خوبیوں پر بھی نظر رکھتا ہے خوبیوں سے پیار کرتا ہے اس کے منہ سے اگر برائیاں بھی معلوم ہوں تو بری نہیں لگتیں۔ تبھی ماؤں کی بات بچے سب سے کم بُری مناتے ہیں کیونکہ ان کو پتا ہے ہر وقت خوبیوں پر نظر ہے ایک برائی بھی دیکھ لی ہے تو بتاتی ہے تو کوئی حرج نہیں وہ تحمل کے ساتھ، حوصلے کے ساتھ، ان باتوں کو سنتے ہیں اور نصیحت کرنے والا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے نصیحت کے رنگ سیکھے تو اس کے تعلقات میں رحمت غالب ہوگی اور رحمت کے نتیجے میں وہ شخص جس کو نصیحت کی جاتی ہے اس کی توجہ رحمت کی طرف رہتی ہے اور نصیحت سے بُرا نہیں مناتا۔ پس آئینہ وہ بنیں جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تھے اور بسا اوقات آپؐ جب عمومی نصیحت فرمایا کرتے تھے تو ذکر بھی نہیں کرتے تھے کہ کون ہے لیکن جن کے دل میں کمزوریاں ہوتی تھیں وہ بھانپ لیتے تھے وہ جان لیتے تھے اور اس طرح یہ ضروری نہیں تھا کہ حضور اکرم ﷺ ہر ایک کے پاس جائیں اور ہر ایک شخص کو یہ بتائیں کہ تم کون ہو اور کیا ہو بلکہ آپ کا تعلق تمام بنی نوع انسان سے تھا۔ اس لئے اپنے خطبات میں اپنی عمومی نصائح میں آپ ایسی نصائح فرما دیتے تھے کہ ہر دل جس میں کمزوری تھی وہ بھانپ لیتا تھا کہ میرے متعلق بات ہو رہی ہے لیکن یہ بھی جان لیتا تھا کہ مجھ پر ستاری کا پردہ ڈالا گیا ہے اور اس طرح پھر وہ اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ تو فرمایا مومن ایک دوسرے کا آئینہ ہے (یعنی اپنا آپ اس میں دیکھتا ہے)۔ یہ ایک دوسرا مضمون ہے یعنی اپنا آپ اس میں دیکھتا ہے یہ ترجمہ کرنے والے نے اپنی طرف سے لکھ دیا ہے حدیث کے الفاظ نہیں ہیں یہ تو مضمون کو محدود کرنے والی بات ہے۔ مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے، بس اتنی بات ہے۔ کبھی وہ اس کو دیکھتا ہے اور اس کو بتاتا ہے کہ تم کیا ہو کبھی اس کے حوالے، سے اپنے آپ کو پہچانتا ہے اور اپنی حقیقت معلوم کرتا ہے کہ میں کون ہوں۔ اس دوسرے پہلو سے یہ بات نمایاں طور پر سامنے آتی ہے کہ مومن اپنی کمزوریوں کی تلاش میں رہتا ہے اور سب سے بہتر اس کی کمزوریاں بتانے والا اس کا بھائی ہے اور نہ صرف یہ کہ وہ انتظار کرے کہ کوئی مجھے بتائے وہ خود علیحدگی میں پوچھتا ہے کہ بتاؤ مجھ سے کوئی ایسی بات تو نہیں ہوگئی مجھ میں کوئی ایسی عادت تو نہیں جو بری لگی ہو یا کوئی بات مجھ سے ہوئی ہو جو تمہیں پسند نہ آئی ہو۔ اس بات کی تلاش میں رہتا ہے اور آنحضرت ﷺ ہمیشہ اس بات کی جستجو میں رہتے تھے کہ آپؐ کی ذات سے کسی کو ادنیٰ سی بھی تکلیف نہ پہنچے۔

پھر فرمایا۔ اپنے بھائی کا مال و متاع ضائع کرنے سے بچو اور اس کی غیر حاضری میں اس کے مال کی

دیکھ بھال کرو۔ آج کی دنیا میں تعلقات خراب کرنے کی وجوہات میں اہم ترین وجہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کے مال پر حرص کی نظر ہوتی ہے اور اگر ایک دوسرے کا مال بد دیانتی سے کھایا جاسکتا ہے تو لوگ کھاتے ہیں بلکہ سکیم بنا کر بھی کھاتے ہیں اور اگر نہیں کھاتے تو اس لئے کہ کوئی سامنے ہے اور جہاں وہ پیچھے ہٹا وہاں اس کی غیبوبت میں اس کا مال کھانا شروع کر دیا۔ قرآن کریم اس کی مثال دیتا ہے کہتا ہے کہ دیکھو ہر قوم میں اچھے اور برے لوگ ہیں بعض یہود ایسے ہیں کہ ان کو ڈھیروں بھی تم دے دو تو وہ دیانتداری سے کام لیتے ہیں یعنی دیانتداری صرف کسی ایک قوم یا ایک مذہب کا خاصہ، اور حصہ نہیں۔ ہر خدا کے بندے میں بعض خوبیاں پائی جاتی ہیں اور بعض ایسے بد بخت ہیں کہ جب تک تم سامنے کھڑے رہو اس وقت تک تم سے دیانت کا سلوک کریں گے ذرا تم نے آنکھ جھپکی یا منہ موڑا اور وہ تمہارے لئے بد دیانت ہو گئے۔ تو آنحضرت ﷺ حاضر کی دیانت سکھانے کے لئے غائب کی دیانت پر زور دے رہے ہیں۔ جو شخص عدم موجودگی میں دیانتدار ہے اس سے بڑا دیانتدار کوئی نہیں ہوسکتا ورنہ حاضر میں تو بد دیانت بھی بعض دفعہ دیانت کر جاتے ہیں۔

پس یہ بات اپنی ذات میں پیدا کریں، اپنے ماحول میں پیدا کریں، اپنے بچوں کو سکھائیں کہ سامنے کی دیانتداری تو بد خلقوں کو بھی نصیب ہو جایا کرتی ہے کیونکہ سامنے ہونے کا ایک خوف ہے مگر پیٹھ پیچھے دیانتداری، یہ اصل خلق ہے۔ لیکن آنحضور ﷺ نے تو اس خلق کو اور بھی زیادہ بڑھا کر پیش فرمایا ہے۔ فرمایا ہے صرف یہ نہیں کہ دیانتداری کرو بلکہ اس کے مال کی حفاظت کرو۔ اس کی آنکھیں بن جاؤ، اس کے کان بن جاؤ، اس کے ہاتھ پاؤں ہو جاؤ، جب تمہارا بھائی ایک چیز چھوڑ جاتا ہے تو اس سے قطع نظر کہ اس نے تمہیں حفاظت کے لئے کہا یا نہیں کہا، تمہیں فکر لاحق ہو جانی چاہئے کہ میرے بھائی کو نقصان نہ پہنچ جائے۔ یہ بہت ہی اعلیٰ درجے کے اخلاق ہیں جو حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سکھلائے اور جن کے نتیجے میں تمام مالی بد معاملگیاں سب ختم ہو سکتی ہیں کوئی بھی ان میں باقی نہیں رہ سکتی۔ جس شخص کی روح یہ ہو کہ اپنے بھائی کی یعنی ہر دوسرے کی چیز کی اس کی عدم موجودگی میں حفاظت کر رہا ہو۔ اس کے لئے ممکن کس طرح ہے کہ وہ ہر وقت دماغ لڑائے کہ کس طرح میں شراکت کی ترکیب کروں، کس طرح ہم ایک دوسرے سے مل کر کچھ سودے کریں، جب منافع ہوں تو میں کوشش کروں کہ زیادہ منافع ملے۔ میرے ہاتھ آ جائے۔ نقصان ہوں تو کوشش ہو کہ بڑا نقصان اس کے پلے پڑ جائے۔ یہ باتیں سوچنے والے کبھی غیب میں کسی کے مال کی

حفاظت کر سکتے ہیں؟ اس لئے بہت ضرورت ہے کہ ہمارے جو معاملات ہیں ان کو اتنا صیقل کریں، اتنا مانجھیں، اتنا صاف کریں کہ دنیا میں احمدیوں سے بڑھ کر نیک معاملہ کرنے والی کوئی قوم نہ ہو، آپ کے تعلقات اب دنیا میں پھیل رہے ہیں، بہت بڑی وسعت اختیار کر رہے ہیں، ہر قسم کی قومیں آ رہی ہیں۔ ان میں سے کچھ مالدار بھی ہوں گے جو آئیں گے، کچھ ضرورت مند بھی ہوں گے جو آپ کے ساتھ تجارتی معاملات بھی کریں گے اور آپ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے وہاں یہ خلق ہے جو امت واحدہ بنانے میں بہت عظیم کردار ادا کرے گا اور اگر یہ خلق آپ کو نہ نصیب ہوا تو بنے ہوؤں کو توڑنے اور بکھیرنے میں سب سے بڑا گناہ آپ کو ہوگا۔

پس آپس کے تعلقات درست کرو۔ یہاں تو حال یہ ہے کہ بھائی بھائی کے معاملے میں بھی دیانت دار ثابت نہیں ہوتا۔ ماں باپ آنکھیں بند کرتے ہیں تو جائیداد کے جھگڑے شروع ہوتے ہیں جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتے۔ بارہ بارہ سال بیس بیس سال تک جھگڑے چلتے ہیں۔ ایسی جماعتیں ہیں جن کے ساتھ بالآخر مجھے تنگ آ کر یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ اتنی دیر کے اندر یہ جھگڑے ختم کرو یا مجھ سے تعلق توڑ لو بیچ کی کوئی اب راہ نہیں رہی۔ بیس بیس سال کے ایسے بگڑے ہوئے تعلقات، جماعتیں پھٹی ہوئیں اور اللہ کا احسان ہے کہ جماعت احمدیہ کو خدا نے یہ بنیادی خلق عطا کیا ہوا ہے کہ خلافت سے وابستہ ہے جب یہ کہا کہ پھر مجھ سے کوئی تعلق نہیں تو پھر لوگوں نے قربانیاں کیں۔ وہ جماعتیں درست ہوئیں اب ان میں بڑی برکت پڑ رہی ہے۔ بعض ایسی جماعتیں ہیں ہندوستان ہی میں، جن کا حال یہ تھا کہ سالہا سال سے کسی نئے احمدی کا منہ دیکھنا نصیب نہیں تھا اب ان جماعتوں میں صرف وہیں بہتر کام نہیں ہوا بلکہ سارے ماحول میں انہوں نے کام شروع کیا ہوا ہے اور حیرت انگیز انقلاب برپا ہو رہا ہے۔ تو جمعیت دوسروں کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور وہ تمام اخلاق جو جمعیت کو منتشر کرنے والے ہیں وہ آپ کے تبلیغی کاموں میں نہ صرف روک بنتے ہیں بلکہ آئے ہوؤں کو بھی دوبارہ دھکیل کر باہر پھینک دینے کا موجب بنتے ہیں اور یہ معاملات ان میں ایک بہت ہی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ بدمعاملگی کے نتیجہ میں خاندان بکھر گئے، بھائی بھائی کا دشمن ہوا، بھائیوں نے بہنوں کے حق مارنے کی کوشش کی بہنوں نے بھائیوں کے حق مارنے کی کوشش کی اور جہاں خاندان بکھر گئے وہاں جماعت کو جمعیت کیسے نصیب ہو سکتی ہے۔ پس آنحضور ﷺ کی باتوں پر غور کریں اور اپنے دل میں

ایسی جگہ دیں کہ پھر کبھی آپ کے دل سے جدا نہ ہوں۔ ان کی روشنی میں اپنے آپ کو دیکھیں سب سے بڑا آئینہ تو محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے چہرے کے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھیں پھر پتا چلے گا کہ آپ کیا ہیں اور یہ وہ سارے حسن ہیں جو اس آئینے میں محمد رسول اللہ ﷺ کے حسن آپ کو دکھائی دیں گے۔ جہاں جہاں آپ میں کمی ہے یہ حسن آپ کو بتائیں گے اور کسی نفرت کے ساتھ نہیں بلکہ محبت اور پیار اور شفقت اور رحمت کے ساتھ، رأفت کے ساتھ بتائیں گے کہ دیکھو میں تو یہ ہوں اگر تم میری پیروی کرنا چاہتے ہو تو ایسا بننے کی کوشش کرو۔ پس آنحضور ﷺ یہ ایک مثال دیتے ہیں کہ غیر حاضری میں اپنے بھائی کے مال کی حفاظت کرو جب اور کوئی اس کی حفاظت کرنے والا نہ ہو اور پھر اس مثال کو ایک بہت ہی حیرت انگیز طور پر دل پر گہرا اثر کرنے والی کہانی کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ کہانی نہیں یعنی ایک قصہ، واقعہ کے طور پر بیان کرتے ہیں۔

ایک لمبی حدیث ہے جس میں تین آدمیوں کا ذکر ہے جو ایک غار میں رات بسر کرنے کے لئے داخل ہوئے اور زلزلہ آیا یا اور آندھی یا طوفان کے نتیجے میں وہ غار جس کے منہ سے پتھر سرکا ہوا تھا وہ رات کو ان کے سوتے میں غار کے منہ پر آپڑا اور اتنا بھاری تھا کہ وہ اس کو ہلا نہیں سکتے تھے۔ تب ان تینوں نے یہ سوچا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے کسی ایسے نیک عمل کا حوالہ دے کر اس سے عاجزانہ عرض کریں کہ اے خدا اگر یہ سچا واقعہ ہے جو ہم بیان کر رہے ہیں اور اگر تیرے سوا کسی اور کی خاطر ہم نے یہ نہیں کیا، محض تیرے جلال کی خاطر اور تیرے تعلق کی خاطر ہم نے ایسا کیا تھا تو پھر تو ہم سے رأفت کا معاملہ فرما اور ہم اس پتھر کو نہیں ہٹا سکتے تو اس پتھر کو ہٹا دے۔ جب ایک شخص نے اپنا واقعہ بیان کیا تو چونکہ وہ سچا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابل پر 1/3 حصہ پتھر کو ایک طرف سرکا دیا یعنی ابھی انسان گزر نہیں سکتا تھا مگر شگاف پیدا ہو گیا۔ پھر دوسرے نے واقعہ بیان کیا پھر اللہ تعالیٰ نے انہی آسمانی ذرائع سے جن سے پتھر غار کے منہ میں آیا تھا ان کو حرکت دیتے ہوئے انہی کے ذریعہ سے پتھر کو اور سرکا دیا لیکن ابھی وہ باہر نہیں جا سکتے تھے۔ ایک شخص جس نے اپنا واقعہ بیان کیا اس کا معاملات سے تعلق ہے اور اسی حدیث سے ہے جو میں آپ کے سامنے پیش کر چکا ہوں، اسی کی تشریح ہے۔ اس پر تیسرا آدمی بولا ابھی آخری حصہ باقی تھا اور نکل نہیں سکتے تھے اگر یہ تیسرا آدمی کچھ نہ بیان کرتا تو گویا وہ پتھر وہیں پڑا رہتا کہ اے میرے اللہ میں نے کچھ مزدور رکھے تھے اور کام لینے کے بعد ان کو مزدوری ادا کر دی

تھی ان کا حق نہیں مارا۔ البتہ ایک آدمی نے مزدوری کم سمجھتے ہوئے نہ لی یعنی کم سمجھتے ہوئے تو یہ بریکٹ کے ترجمہ کرنے والے کے الفاظ ہیں مراد یہ ہے کہ کسی وجہ سے ناراض ہو گیا یا جو بھی وجہ تھی اس نے مزدوری نہ لی اور چلا گیا۔ میں نے اس کی یہ چھوڑی ہوئی رقم کاروبار پہ لگا دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت دی اور بہت نفع ہوا۔ کچھ مدت کے بعد بالآخر اس پر تنگدستی کا دور آیا اور اتنا غریب ہوا کہ مجبور ہو گیا کہ واپس آ کر مجھ سے اسی مزدوری کا مطالبہ کرے۔ کہتے ہیں وہ شخص جب آیا اور مجھے اس نے مزدوری دینے کے لئے کہا تو میں نے اسے ایک اونٹوں اور بکریوں اور بھیڑوں سے بھری ہوئی وادی دکھائی کہ یہ سب تمہاری مزدوری ہے لے لو۔ اس نے کہا بھائی مذاق تو نہ کرو، میں غریب آدمی ہوں غلطی ہوئی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا تھا لیکن کم سے کم مجھ سے مذاق تو نہ کرو۔ اس نے کہا نہیں بھائی میں مذاق نہیں کر رہا میں سچ کہہ رہا ہوں کیونکہ اس مزدوری کو میں نے تمہارے بعد کام پر لگایا تھا اور اس کا الگ حساب رکھا تھا اور اللہ نے اتنی برکت دی کہ جہاں میرے مال میں برکت پڑی وہاں تمہارے مال میں بھی برکت پڑی اور یہ جو بھیڑ بکریاں اور اونٹ تمہیں دے رہا ہوں میں شروع سے ہی الگ رکھتا چلا آیا ہوں کیونکہ ان کو پھر میں تجارت پر لگاتا ہوں پھر برکت پڑتی ہے پھر یہ بڑھ جاتے ہیں تو ان کا حساب میں نے الگ رکھا ہوا ہے اور یہ تمہارے ہیں۔ اس پر وہ خوشی سے دعائیں دیتا ہوا چلا گیا اور اس وقت وہ پتھر سرک گیا اور ان تینوں کو خدا نے یہ توفیق بخشی کہ اس قید خانہ میں جان دینے کی بجائے دوبارہ آزادی کا سانس ان کو نصیب ہوا۔ (بخاری کتاب احادیث النساء حدیث نمبر:3206)

یہ چھوٹی چھوٹی نیکیاں ہیں اور یہ تمثیل ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کب، کہاں، یہ کیسے واقعہ ہوا لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ اسی طرح کی مصیبت میں ہم پھنسے ہوں۔ ہم ہزار قسم کی مصیبتوں میں پھنس جاتے ہیں اور وہاں صرف ایک انسان کی نیکی اسے فائدہ نہیں دیتی بلکہ اپنے بھائی کو بھی دیتی ہے اور یہاں وہ مثال بہت ہی پیارے طور پر صادق آتی ہے کہ مومن مومن کا آئینہ ہے اور بھائی بھائی ہے اور اس کے غیب میں اس کے مال کی حفاظت کرتا ہے اور اس طرح مومن کا فیض اپنے بھائی کو پہنچتا ہے اور تمثیل ایسی عظیم بیان کی کہ ان تینوں کا اجتماعی فیض تھا جس فیض نے ان کو نجات عطا کی، انفرادی فیض نہیں تھا۔ پس حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی باتیں حیرت انگیز طور پر عرفان میں ڈوبی ہوئی بلکہ عرفان کا ایک سمندر ہیں جو ہمارے سامنے پیش کرتی ہیں ان کو غور

سے سنیں، پڑھیں، اپنے دل میں جگہ دیں تو پھر پتا چلے گا کہ آپ کی کوئی نیکی بھی ضائع نہیں جاتی۔ کوئی خلق ایسا نہیں ہے جو بے پھل کے رہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے نتیجہ میں آپ ہی کے اموال اور جان اور آپ کی خوشیوں میں برکت نہیں دیتا بلکہ آپ کا فیض اردگرد بھی پھیلاتا ہے اور وہ لوگ جو مالی کمزوریوں میں مبتلاء ہیں۔ بددیانتی سے ایک دوسرے کا مال کھاتے ہیں یا نیک نیت سے اشتراک کرتے ہیں اور جب بُرا وقت آئے تو پھر بہانے بنا بنا کر اپنا نقصان کم کرنے اور بھائی کا نقصان بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں یا دھوکے دے کر اور لالچ دے کر پیسے وصول کرتے ہیں اور پھر ان کے کام نہیں کرتے ان کو بے یارومددگار چھوڑ جاتے ہیں ان کا جماعت مومنین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کو وہم ہے کہ وہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے غلام ہیں کیونکہ وہ اپنا تعلق آنحضورؐ سے کاٹ لیتے ہیں اور پھر آپس میں بھائیوں سے بھی ان کا کوئی تعلق قائم نہیں رہتا وہ دور ہوتے چلے جاتے ہیں اور دور ہٹتے چلے جاتے ہیں اور دور ہٹا دئے جاتے ہیں خدا کی طرف سے، یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ مثال صادق آتی ہے فرمایا ''اے میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو! تم میں بعض (فرماتے ہیں) ایسے بھی ہیں میں جانتا ہوں جو خشک ٹہنیوں کی طرح ہیں بظاہر میرے وجود سے لگے ہوئے ہیں لیکن میرے وجود سے ان کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ جو تعلق رکھتا ہے وہ لازماً سرسبز و شاداب ہوگا۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ کو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ سے سچا عشق ہو اور آپ خشک ٹہنی بن جائیں۔

پس اس دور میں جب خدا تعالیٰ نے آنحضورؐ کے اخلاق کو از سرنو دنیا میں قائم کرنے کا فیصلہ فرمایا تو آپؐ ہی کے خلق پر امام مہدیؑ کو پیدا کیا اور آپ نے وہی محاورے استعمال فرمائے جو آنحضور ﷺ نے فرمائے تھے اور انہی کے حوالے سے ساری باتیں پھر کہیں۔ پس آپ کہتے ہیں تم خشک ٹہنیوں کی طرح میرے ساتھ زیادہ دیر نہیں لگے رہو گے کیونکہ جس طرح ایک باغبان اپنے زندہ پودوں کی حفاظت کے لئے خشک ٹہنیوں کو ان سے جدا کر دیتا ہے۔ کیونکہ وہ خشک ٹہنیاں دوسری زندہ ٹہنیوں کا رس بھی چوسنے لگ جاتی ہیں مگر بے کار۔ رس تو چوستی ہیں مگر کسی کام نہیں آتا اور اپنے ساتھ کی شاخوں کو بھی سکھانے لگ جاتی ہیں۔ فرمایا میرا ایک باغبان ہے، میرا ایک خدا ہے جو مجھ پر اور میرے تعلقات پر نظر رکھ رہا ہے وہ پسند نہیں فرمائے گا کہ میری ذات کے ساتھ خشک ٹہنیاں پیوستہ رہیں اور وہ ضرور کاٹی جائیں گی اور جب وہ کاٹی جاتی ہیں تو پھر وہ جلانے کے کام آتی ہیں پھر تم جہنم کا

ایندھن بنو گے۔ پس اپنے تعلقات کو حضرت محمد مصطفی ﷺ سے استوار کریں اور وہ یہی ایک ذریعہ ہے کہ آپ ؐ کے اخلاق کا جوڑنے والا مصالحہ حاصل کریں وہ ایک طرف آپ کو محمد رسول اللہؐ سے جوڑے گا اور دوسری طرف اپنے بھائیوں کے ساتھ جوڑے گا اور اس طرح وہ جمعیت نمودار ہوگی جس کی متعلق قرآن کریم فرماتا ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا‘‘

اللہ تعالیٰ ہمیں وہ جمعیت عطا فرمائے اس جمعیت کے بغیر ہم دنیا میں کوئی انقلاب برپا نہیں کر سکتے۔ الحمد للہ کہ وہ جمعیت نصیب ہو رہی ہے، الحمد للہ کہ میں محبت کے عجیب عجیب حیرت انگیز دل لبھانے والے اظہار دیکھ کر آیا ہوں۔ جرمنی کی جماعت کو خدا نے یہ توفیق بخشی ہے کہ وہ تیزی کے ساتھ نشوونما پانے لگی ہے۔ ہر قوم میں پھیل رہی ہے۔ ہر قوم سے تعلق جوڑ رہی ہے اور ایسے ایسے نئے آنے والے عشاق دیکھے ہیں کہ ان کی نظروں کو دیکھ کر میں ورطۂ حیرت میں ڈوب گیا۔ وہی لوگ جو ایک دو سال پہلے ملے تھے ان کی آنکھوں میں اجنبیت تھی، کوئی تعلق کے آثار نہیں تھے اب وہ آنکھیں عشق سے معمور تھیں۔ ہر لحظہ قربانی کے لئے تیار تھیں یہاں تک کہ ایک موقع پر جب میں نے ایک معاملے میں نصیحت کی اور اس کا لوگوں پر اثر ہوا تو ایک سکھایا پڑھایا امام آگے آیا۔ اس نے وہی باتیں کیں جو ہم جانتے ہیں کہ پاکستان میں مولوی، احمدیوں سے دور کرنے کے لئے دوسروں کو سکھاتے ہیں۔ صاف دکھائی دے رہا تھا کہ سکھایا پڑھایا شخص ہے۔ جب وہ یہ باتیں بیان کر رہا تھا اور ایک مکیڈونیا کا احمدی جو تھوڑا عرصہ ہوا احمدی ہوا تھا لیکن اتنی محبت اور ایسا جوش اس کے دل میں ہے کہ بار بار اچھل کے اٹھتا تھا میری طرف دیکھتا تھا کہ مجھے اجازت دیں میں اس کا جواب دوں گا۔ مگر میں ہر دفعہ اس کو اشارے سے روکتا رہا اور پھر تحمل سے میں نے بات بیان کی یہ ویسے ہی عشاق ہیں جن کا ذکر آپ پرانے زمانوں میں انبیاء کے حوالوں سے پڑھتے ہیں اور انبیاء ہی کی برکت سے وجود میں آئے ہیں۔ اگر مسیح موعود دوبارہ دنیا میں تشریف نہ لاتے تو وہ اولین کے نظارے جو تاریخ کی زینت تھے وہ آج اس زمانے کی زینت نہیں بن سکتے تھے۔ پس ان خوبیوں کی حفاظت کریں یہی اخلاق حسنہ ہیں جو آپ کو زندگی بخشیں گے یہی اخلاق حسنہ ہیں جو لوگوں کے دلوں میں ایک عظیم روحانی انقلاب برپا کر دیں گے۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ آمین۔